ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ ۵/۱، جنوری۔جون سنہ ۱۹۹۰ء

نظمِ قرآن

امین احسن اصلاحی

قرآن مجید کے اکثر طلبا مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تصنیفات سے شیفتگی کے باوجود بعض اوقات نظم قرآن کے بارے میں مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے خیال میں مولانائے موصوف اس دعویٰ میں بالکل منفرد ہیں۔ علمائے عرب وعجم میں سے جن لوگوں کو معارفِ قرآن پر غور کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، کوئی بھی شخص ان کا ہم نوا نہیں ہے۔ اگر قرآن مجید میں نظم ہوتا تو یہ راز ان لوگوں سے مخفی نہ رہتا جن کی دیدہ وری اور نکتہ رسی پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ پھر کیوں کر باور کیا جاسکتا ہے کہ سلف کی نگاہ کشف وتحقیق جس حقیقت کا سراغ لگانے میں عاجز رہی اس کا دروازہ ایک ایسے شخص نے کھول دیا جو ان آخری صدیوں میں پیدا ہوا جبکہ علم وتحقیق کی تمام روشنیاں گل ہو چکی ہیں۔

اس لیے ائمہ سلف کے خلاف جو شخص نظم قرآن کا دعویٰ کرتا ہے وہ ایک ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جس کے خلاف گویا تمام سلف کا اجماع ہے۔ اس باب میں ان لوگوں کی سب سے بڑی عقلی ونقلی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید بالکل کھلی ہوئی کتاب ہے۔ اس کے سمجھنے کے لیے کسی خاص ذہنی کاوش کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے اپنا نام "کتاب مبین"، "سراج منیر" اور "نور" بتایا ہے اور خداوند تعالیٰ نے اس کی تعریف ایسے لفظوں سے کی ہے جن سے اس کا سہل اور آسان ہونا نہایت واضح لفظوں میں ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ	ہم نے قرآن مجید کو یاددہانی کے لیے
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (القمر: ۱۷)	آسان بنایا۔ پس ہے کوئی یاددہانی حاصل کرنے والا۔

اس مضمون کی آیتیں قرآن مجید میں متعدد ہیں۔ پس اگر قرآن مجید میں نظم ہوتا جیسا کہ

علامہ فراہیؒ کا دعویٰ ہے تو لازماً یہ نظم بھی نہایت سہل الحصول ہوتا اور جس طرح ہر عربی داں بغیر کسی خاص کاوش کے اس کی آیتوں کا ترجمہ سمجھ لیتا، اسی طرح ہر طالب نظم بادنیٰ تامل اس کے نظم کا بھی سراغ لگا لیتا لیکن صورتِ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے، نظم کی راہ نہایت دشوار ہے، سلف کی آہنی ہمتیں بھی اس کی مشکلات پر قابو نہ پا سکیں اور دنیائے علم و تحقیق کے تمام فاتحین اس قلعہ کو مسخر کرنے سے عاجز رہے۔ اس لیے یہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نظم کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ ایک مجاز ہے۔ جس کے پیچھے کسی لطائف پسند اور موشگاف طبیعت نے اپنے تئیں محض زور آزمائی اور جولانی کے شوق میں ڈال دیا ہے اور اس طرح ایک لا یعنی سعی میں جو شریعت اسلام میں ممنوع ہے الجھ کر رہ گئی۔

استاذ مرحوم نے مخصوص اس موضوع پر دلائل النظام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس میں ایک ایک خدشہ سے تعرض کیا ہے اور تمام دعاوی پر اپنے اصول کے مطابق نہایت محکم اور قطعی دلیلیں قائم کی ہیں لیکن اس قسم کے اہم مباحث پر اس مختصر مضمون میں اطمینان بخش تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس موضوع سے متعلق چند باتیں جو استاذ مرحوم کے خطبات درس میں سے حافظہ میں محفوظ رہ گئی ہیں، اختصار کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

یہ بات اصول کی حیثیت سے پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس باب میں ہمارا اصلی اعتماد نفس قرآن پر ہے۔ وہ بہتر سے بہتر صورت میں منتظم ہے۔ یہ نظم بعض مخصوص مقامات کے علاوہ ایک صاحب نظر کے لیے ہر جگہ بالکل واضح ہے، جن مقامات پر حجاب ہے وہاں ہم قرآن کے بجائے اپنی نگاہ کو متہم کرتے ہیں۔ نظم قرآن پر ہمارا عقیدہ خارجی دلائل پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کی لو ہم نے خود قرآن میں سونگھی اور یہی ہمارے پہلے قدم کی محرک ہوئی لیکن ان تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں، البتہ قرآن کے علاوہ جو بعض خارجی دلائل ہیں، وہ مضطرب طبیعتوں کے اطمینان کے لیے ذیل میں اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ علامہ فراہیؒ دعوائے نظم میں منفرد نہیں ہیں بلکہ علمائے سلف کی ایک جماعت کا پہلے سے یہ مسلک رہا ہے اور اس پر انھوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ سیوطیؒ "اتقان" میں لکھتے ہیں :-

"علامہ ابوجعفر بن زبیر شیخ ابوحیان" نے نظم پر ایک خاص کتاب لکھی ہے اور اس کا نام "البرھان فی مناسبۃ ترتیب سور القرآن" رکھا اور ہم عصروں میں سے شیخ برہان الدین البقاعی کی تفسیر "نظم الدرر فی تناسب الآی والسور" اسی اصول پر لکھی گئی ہے۔"

اس کے بعد خود انھوں نے اپنی ایک تصنیف کا ذکر کیا ہے جس میں نظم کے علاوہ وجوہ اعجاز پر بھی بحث کی ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

"ترتیب و نظم کا علم ایک اعلیٰ علم ہے لیکن اس کے اشکال کی وجہ سے مفسرین نے اس طرف بہت کم توجہ کی۔ امام فخرالدین کو اس کے ساتھ سب سے زیادہ اعتنا رہا اور ان کا قول ہے کہ لطائفِ قرآن کا اصلی خزانہ نظم و ترتیب میں چھپا ہوا ہے۔" امام رازیؒ آیت "وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا. الخ (حم السجدۃ: ۴۴) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں لوگ روایت کرتے ہیں کہ کفار نے از راہ شرارت کہا کہ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اتارا جاتا تو بہتر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کو جواب دیا ہے لیکن اس طرح کی باتیں کہنا میرے نزدیک کتاب الٰہی پر سخت ظلم ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ قرآن مجید میں ایسی آیتیں اتری ہیں جن میں باہم دگر کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ یہ قرآن مجید پر سب سے بڑا طعن ہے۔ ایسی صورت میں قرآن مجید کو معجز ماننا تو الگ رہا اس کو ایک مرتب و منظم کتاب کہنا بھی مشکل ہے۔ صحیح مسلک میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ سورہ شروع سے آخر تک بالکل مربوط کلام ہے۔ (اس کے بعد تقریباً اٹھارہ سطروں میں سورہ کی اجمالی تفسیر لکھی ہے۔ پھر لکھتے ہیں) ہر مصنف جو انکارِ حق کا عادی نہیں ہے تسلیم کرے گا کہ اگر سورہ کی تفسیر یوں کی جائے جس طرح ہم نے لکھی ہے تو پوری سورہ ایک ہی مضمون کی حامل نظر آئے گی اور اس کی تمام آیتیں ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کریں گی۔"[۱۵]

اس سلسلہ کی ایک اہم شخصیت علامہ مخدوم مہائمی ہیں۔ ان کی تفسیر آیات کی باہمی مناسبت کے بیان میں ہے اور اس چیز کی ان کی نظر میں اس درجہ وقعت تھی کہ اپنی کتاب کا انھوں نے "تبصیر الرحمان و تیسیر المنان" نام رکھا۔ اسی عقیدہ کے ایک

بزرگ علامہ ولی الدین ملوی ہیں وہ فرماتے ہیں :

"جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا نزول باقتضائے حالات جستہ جستہ ہوا ہے اس لیے آیات میں باہمی تعلق نہیں تلاش کرنا چاہیئے، ان کو سخت دھوکہ ہوا۔ بلاشبہ قرآن مجید کا نزول حسبِ عادت جستہ جستہ ہوا لیکن اس کی ترتیب میں نہایت گہری حکمت مضمر ہے۔"[۴]

یہ وہ علمائے امت ہیں جنھوں نے نظم کی بو سونگھی ہے، ان کے اقوال پیش نظر رکھو۔ بعینہ یہی حال علامہ ابن جریر وغیرہ کا ہے۔ باوجودیکہ ان کا خاص مقصد صرف روایات سلف کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں جمع کر دینا ہے لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ تمام اقوالِ سلف میں سے اس قول کو ترجیح دیتے ہیں جو نظم کلام اور سیاق وسباق سے زیادہ لگاؤ رکھتا ہے اور دوسری روایات جو اس سے مانع ہوتی ہیں ان کی ذرا پرواہ نہیں کرتے بالکل یہی طریقہ علامہ زمخشریؒ کا ہے۔ وہ تمام موانع سے بے پرواہ ہو کر صرف نظم کا تتبع کرتے ہیں اور اگر بعض جگہ حمایت اعتزال کے جوش میں وہ آگے نہ بڑھ جاتے تو میرا خیال ہے کہ ان کی کتاب اس فن کے مبتدیوں کے لیے نہایت مفید ہوتی۔ یہی بات حضرت امام رازیؒ کی تفسیر میں بھی ہے وہ اشعریت کے علم برداروں میں ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس کی حمایت کے جوش میں کہیں سے کہیں جا نکلتے ہیں۔

اوپر جن مفسرین کا تذکرہ ہوا ہے یہی لوگ ائمۂ تفسیر ہیں اور انہی کی کتابیں اس فن کی اُمّہات ہیں۔ سب لوگ نظم کو تسلیم کرتے ہیں لیکن بعض وجوہ سے جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں، یہ لوگ نظم کو پوری طرح سے بے نقاب نہ کر سکے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب "الفوز الکبیر" میں نظم کا انکار کیا ہے تو یہ بات بھی کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔ ایک ایسے قول کی بنا پر جس کی تاویل اس کے علاوہ بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ جو باوّل وہلہ ذہن کے سامنے آتی ہے۔ میں ایسے بلند مرتبہ امام سے بدگمانی نہیں پسند کرتا۔ علماء کی جماعت میں ٹھیک بات قبول کرنے میں وہ سب سے آگے ہیں۔ اپنی تصنیفات خصوصاً "حجۃ اللہ البالغہ" میں شریعت کے جو اسرار وحکم انھوں نے بیان کیے ہیں وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ معرفت نظم میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ پھر

ابن العربی کے ساتھ ان کو جو حسن ظن ہے وہ سب کو معلوم ہے اور نظم کے بارے میں ابن العربی کی رائے اہل علم سے پوشیدہ نہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں ان کے کلام کی ایسی تاویل کی جائے جو ان کی شان اوران کے رجحانات کے مطابق ہو اور یہ بات آسانی سے ممکن ہے۔ اس باب میں انھوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے مختلف پہلو ہیں اگر ایک غیر متعلق بحث میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تفصیل سے دکھلاتے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

۲۔ جو علماء نظم کے منکر ہیں وہ بھی با دل ناخواستہ منکر ہیں۔ کیوں کہ اس خیال کی بنیاد محض اس بات پر ہے کہ قرآن مجید حالات کے لحاظ سے جستہ جستہ اترا ہے، اس بنیاد کا ضعف بالکل ظاہر ہے کیوں کہ بعض طوال اور اکثر قصار پوری پوری ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ نیز بعض سورتوں کا نظم بالکل واضح ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم مناسبت کا لحاظ فرماتے تھے، انھی وجوہ کی بنا پر امام رازیؒ نے وہ بات کہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے اور سورہ انعام کی تفسیر میں انھوں نے اپنے خدشہ کو بالکل صاف صاف ظاہر کر دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ نظم قرآن کے منکر علماء کا انکار بھی ان کی دینی غیرت پر مبنی تھا انھوں نے خیال کیا کہ نظم کا دعویٰ کرنا اور پھر یہ اعتراف کرنا کہ وہ اکثر یا بعض سورتوں میں مخفی ہے قرآن کے حق میں مضر ہے، اس سے معاندین کو اس پاک کتاب پر نکتہ چینی کی جرأت ہوگی۔ اس خیال کی بنا پر وہ ایک ایسی بات کہہ گئے جس کا ضرر اس کے فائدے سے زیادہ ہے۔ لیکن اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ انشاء اللہ وہ آخرت میں اپنے حسنِ نیت کا اچھا صلہ پائیں گے۔

۳۔ جن لوگوں نے جمع و ترتیب قرآن سے متعلق روایات پر غور کیا ہے، وہ واقف ہیں کہ قرآن اگرچہ جستہ جستہ نازل ہوا ہے لیکن آیات کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہوئی ہے۔ آپ آیات کی جگہ سورتوں میں متعین فرما دیتے تھے اور کاتبینِ وحی ان کو ان کی متعینہ جگہوں میں رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اگر قرآن مجید میں نظم نہ ہوتا جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے تو آنحضرتؐ اس قسم کا حکم کیوں دیتے؟ اور اگر کوئی عظیم الشان حکمت داعی نہ ہوتی تو نزولی ترتیب کو چھوڑ کر جو سب سے زیادہ قابل لحاظ تھی۔ ایک نئی ترتیب کیوں اختیار فرماتے؟ بہر حال جب

ہر آیت کے لیے ایک مخصوص جگہ متعین ہوئی تو لازماً اس تعین کے سبب پر غور کرنا پڑے گا، اور ظاہر ہے کہ بجز رعایت نظم کے اس کا کوئی اور سبب نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لیے جو لوگ ایک سورہ کے مضامین میں بھی ربط و نظام کے قائل نہیں ہیں ان کا خیال صحت پر مبنی نہیں ہے۔ علامہ ملویؒ نے جن کا قول اوپر گزر چکا ہے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ہمارے خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جن آیات میں کسی سابق حکم کی تخفیف وارد ہوئی ہے ان کو ہمیشہ ماسبق حکم کے پہلو میں جگہ دی گئی ہے۔ مثلاً آیت اَلْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ ...... الخ ماسبق آیت کے بعد نازل ہوئی ہے لیکن چوں کہ اس میں اسی ماسبق حکم کی تخفیف تھی اس لیے اس کو اسی کے بعد رکھا گیا۔ اسی طرح سورہ مزمل کی آخری آیت ایک مدت کے بعد نازل ہوئی ہے اس کو بھی پہلے حکم کے بعد ہی رکھا گیا۔ یہی حال آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ.. (بقرہ ۲۳۴) اور آیت اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ.. (بقرہ ۱۸۷) کا ہے۔ بعض جگہ جہاں اس قاعدہ کے خلاف ہوا ہے اس کے اسباب دوسرے ہیں۔ ایسے مواقع پر زیادہ تر عمود یا بعض دوسرے مصالح کی رعایت کی گئی ہے جو اس قسم کی تبدیلی کے مقتضی ہوتے ہیں لیکن جب تک کوئی شخص ان تغیرات کو سمجھ لینے کا عادی نہ ہو جائے وہ جزئیات سے اصول تک نہیں پہنچ سکتا۔

۴۔ علیحدہ علیحدہ سورتوں کا قائم کرنا اور ان کا چھوٹا بڑا ہونا بھی نظم کی دلیل ہے اگر قرآن مجید غیر منظم ہے تو الگ الگ سورتیں قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ سورتوں کی تحدید وحی الٰہی سے ہوئی ہے کوئی عقلی یا نقلی دلیل اس کے خلاف نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کے پاس قرآن مجید یا حدیث صحیح کی کوئی سند نہیں ہے۔ اس لیے ان کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ ہر صاحب عقل محسوس کرتا ہے کہ الگ الگ سورتیں قائم کرنا اور ان کا مختلف المقدار ہونا اس امر کا صاف ثبوت ہے کہ سورتوں کے مضامین الگ الگ ہیں نیز ہر سورہ کسی مخصوص وحدانیت کی حامل ہے جو اس کو دوسری سورتوں سے ممتاز کرتی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو جامعین قرآن آیتوں کے مجموعے لیتے اور برابر برابر سورتوں میں رکھتے چلے جاتے۔ تسہیل تلاوت، حفظ قرآن اور دوسرے مقاصد کے لیے یہ ترتیب اور بھی آسان ہوتی۔

۵۔ سورتوں کی موجودہ ترتیب جو بالاتفاق تمام مصاحف میں پائی جاتی ہے، وجود نظم کی بہت بڑی دلیل ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب میں جو تقدیم وتاخیر ہے وہ بلاسبب نہیں ہوسکتی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے سورتوں کی مقدار سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز تھی لیکن اس کا لحاظ ہر شخص کو معلوم ہے۔ قرآن مجید میں بالکل نہیں ہے کیوں کہ ترتیب میں سورۂ فاتحہ کو بقرہ سے پہلے جگہ دی گئی ہے اور سورۂ کوثر جو قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورہ ہے۔ متعدد اس سے بڑی سورتوں سے پہلے رکھی گئی ہے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ یہ ترتیب نزولی نہیں ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس تقدیم وتاخیر کا کوئی اور سبب تلاش کیا جائے۔ ہمارے نزدیک رعایت نظم کے سوا اس کا کوئی اور سبب نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہؓ کی رائے سے ہوئی ہے، پیغمبر اسلامؐ کے حکم سے نہیں ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے۔ استاذ امامؒ نے اپنی کتاب "تاریخ القرآن" میں اس کی مدلل تردید کی ہے۔ یہاں اس پر مفصل بحث کی ضرورت نہیں ہے لیکن تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلو کہ سورتوں کی ترتیب صحابہؓ کی رائے سے ہوئی۔ اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوگیا کہ انھوں نے نظم کی کوئی پرواہ نہیں کی اور بلالحاظ ربط وتعلق سورتوں کو جمع کردیا۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ سورہ برأۃ کے بارے میں جب صحابہ میں اختلاف ہوا کہ اس کو کس جگہ رکھا جائے تو یہ گتھی نظم ہی کی مدد سے سلجھی اور معنوی مناسبت کی رعایت سے اس کو انفال کے بعد جگہ دی گئی۔ یہ بات عام خیال کے لحاظ سے کہی گئی ہے ورنہ ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم پہلے ظاہر کرچکے ہیں سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور قرآن مجید ہمارے اس دعوی پر حجت ہے۔ سورۂ قیامہ میں ہے:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (۱۷-۱۹)	بے شک ہمارے اوپر ہے اس (قرآن) کا جمع کرنا اور پڑھنا۔ پس جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی پیروی کرو، پھر ہمارے اوپر ہے اس کی تشریح کرنا۔

استاذ امامؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن مجید عہد نبوت ہی میں جمع ہوکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص ترتیب سے سنا دیا جائے گا کیوں کہ یہ وعدہ اگر آپؐ کے بعد پورا ہونے والا ہوتا تو آپ کو اس جمع و ترتیب کی پیروی کا حکم نہ دیا جاتا۔ دوسری یہ کہ اس قرأتِ ثانیہ کے مطابق جو جمع کے بعد ہوئی آپ کو قرآن مجید سنانے کا حکم ہوا اور عقلاً و نقلاً ناممکن ہے کہ پیغمبر کے پاس کوئی حکم آئے اور وہ اس کو امت تک نہ پہنچائے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا[۴] يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (مائدہ : ۶۷)۔ اس حکم عام کا مقتضی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرأت آخرہ کے مطابق جو لوح محفوظ میں ہے امت کو قرآن مجید کی تعلیم کی ہو اور آخری قرأت کا اصل کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس جمع و ترتیب کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو تعمیم و تخصیص اور تکمیل و تخفیف چاہی وہ بھی فرما دی۔ قرآن مجید ان تینوں مراحل سے عہد نبوت ہی میں گزر گیا، کیوں کہ یہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوری پوری سورتیں لوگوں کو سناتے تھے اور یہ بغیر اس کے ناممکن ہے کہ قرآن مجید ایک خاص ترتیب کے ساتھ آپؐ کو سنایا گیا ہو، اسی ترتیب کے مطابق صحابہؓ نے آپؐ سے قرآن مجید سیکھا۔ آپؐ آیات کو مناسب جگہوں میں رکھنے کا حکم دیتے تھے اور اس حکم کی تعمیل کی جاتی تھی۔ اگر کوئی تشریحی آیت اترتی تو وہ مناسب جگہ میں شامل کر دی جاتی۔ اس طرح جب پورا قرآن مجید مکمل ہو گیا تو حضرت جبریلؑ نے، جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے آخری مرتبہ پورا قرآن مجید سنایا۔ اس حقیقت کے معلوم ہو جانے کے بعد نظام کی بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔[۴۴]

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی جو ترتیب ہمارے زمانے میں موجود ہے، یہ وحی الٰہی کے مطابق عہد نبوت ہی میں مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ اس عہد کی دنیا لوازم تمدن سے محروم تھی، پڑھنا، لکھنا شاذ و نادر اور کاغذ وغیرہ ناپید تھا اس لیے ایک عرصے تک قرآن مجید کھجور کے پتوں، ہڈیوں، تختیوں اور حفاظ کے سینوں ہی میں رہا۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے منتشر آیات کو ایک مصحف میں محفوظ کیا اور پھر حضرت عثمانؓ نے اس کی متعدد نقلیں کرا کے تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔

۶۔ چھٹا پہلو یہ ہے کہ کسی کلام کی اصلی روح نظم ہے۔ اس کے الگ کر دینے کے بعد صرف یہی نہیں کہ کلام اپنی بعض خوبیوں سے محروم ہو جائے گا بلکہ پورا کلام بالکل مہمل اور بے معنی ہو جائے گا جو کلام نظم سے خالی ہو وہ از قسم خرافات ہے کوئی عاقل اپنا ایک لمحہ بھی اس پر ضائع کرنا پسند نہیں کرے گا۔ قرآن مجید کی نسبت تمام دنیا کو معلوم ہے کہ اس نے عربوں کو تحدی کی اور عرب باوجودیکہ ان کو اپنی فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز تھا اس کے جواب میں ایک چھوٹی سے چھوٹی سورہ بھی نہ پیش کر سکے۔ قرآن کی اس جلالت کے لحاظ سے اس میں سب سے پہلے جو چیز ہونی چاہیئے وہ نظم ہے کیوں کہ ایک ایسی کتاب جو سب سے زیادہ منتشر اور بے نظم خیال کی جاتی ہو ایک لمحہ کے لیے بھی قابل تحدی نہیں ہو سکتی۔ یہیں سے ایک اور نکتہ کی طرف رہبری ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے جہاں کہیں تحدی کی ہے اپنے مثل ایک کتاب یا دس سورت یا بحدیث من مثلہ یا کم از کم ایک سورہ کا مطالبہ کیا ہے۔ ایک آیت سے تحدی نہیں کی ہے۔ کیونکہ ایک مفرد آیت کتنی ہی عظیم الشان علم وحکمت کی حامل کیوں نہ ہو، تحدی کے قابل نہیں ہو سکتی۔ متفرق آیات کی مثال موتیوں یا شیریں الفاظ کی ہے جن کو کسی صفحہ پر تم نے بکھیر دیا ہو ان کے آب ورنگ سے تم محظوظ ہو سکتے ہو لیکن ان کو ایسے شخص کے سامنے مقابلہ کے لیے نہیں پیش کر سکتے جس نے اپنے قیمتی موتیوں کو کسی رشتہ میں اور اپنے شیریں الفاظ کو کسی عمدہ نظم ونثر میں پرو دیا ہو۔ کیوں کہ اس نے ان کے ذاتی آب ورنگ پر نظم وترتیب کا اضافہ کر کے ان کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ اسی وجہ سے عرب وعجم کے تمام علمائے بلاغت کا اتفاق ہے کہ کلام کی اصلی روح نظم ہے۔ اسی سے اس کی تمام خوبیاں ظہور میں آتی ہیں۔ اگر کسی شخص کو اس کے باور کرنے میں تامل ہو وہ کسی بلیغ سے بلیغ خطیب کا کوئی کلام لے اور اس کو اس کے نظم کے شیرازہ سے الگ کر دے۔ وہ دیکھے گا کہ کلام کا تمام حسن وجمال دفعۃً برباد ہو گیا۔ پس ایک پوری سورۃ جو ایک مخصوص وحدانیت کی حامل ہے اپنے اندر دو حسن رکھتی ہے ایک اس کے اجزاء کا حسن، دوسرا نظم کا نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (النور: ۳۵)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ اور قرآن مجید کو شعر وشاعری سے منزہ قرار دیا ہے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا — اور ہم نے اس کو شعر کی تعلیم نہیں دی

يَنۢبَغِي لَهٗ (یٰسین : ۶۹) اور نہ یہ چیز اس کے لیے زیبا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقۃ : ۴۱) اور یہ قرآن مجید کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔

اور شاعروں کا ایک بہت بڑا عیب یہ بتایا ہے کہ انھم فی کل واد یھیمون وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں یعنی جو خیال سامنے آگیا بے سوچے سمجھے اسی سے مشغول ہو گئے۔ اس قسم کی بے تکی ہرزہ سرائی شعراء کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کو اس عیب سے منزہ قرار دیا ہے۔ اس لیے قرآن مجید کو غیر منظم خیال کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو "ہیمان" سے تعبیر کیا ہے اقتضاب یعنی بے نظمی اسی کی ایک شاخ ہے یہیں سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جو قرآن مجید کو اس بنا پر بے نظم خیال کرتے ہیں کہ وہ شعرائے عرب کے کلام کے انداز پر ہے کیوں کہ قرآن مجید نے ان کے کلام کی صرف خوبیاں لی ہیں اس کے معائب سے آلودہ نہیں ہوا ہے۔ نیز یہ حقیقت بھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ اہل عرب کا کلام صرف شاعری ہی نہیں تھا، یہ ان کے کلام کی صرف ایک قسم ہے اور شرفاء عرب عموماً اس کو وقار کے منافی سمجھ کر اس سے احتراز کرتے تھے، ان کے شوق و رغبت کی اصلی چیز خطبات ہوتے تھے اور جو لوگ ان کے کلام کی اس صنف سے واقف ہیں۔ وہ اعتراف کریں گے کہ خطبات عرب جملہ محاسنِ کلام کے حامل ہوتے تھے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ان کا بیشتر حصہ مٹ گیا اور بہت تھوڑا حصہ آج ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔

۸۔ قرآن کی بعض سورتوں میں ترجیعات ہیں۔ مثلاً سورہ رحمٰن میں "فَبِاَیِّ الاٰء..." آلایۃ والی آیت بار بار دہرائی گئی ہے۔ اسی طرح سورہ مرسلات میں "ویل یومئذٍ للمکذبین" اور سورۂ شعراء میں "اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیۃ" کی تکرار ہے۔ اسی طرح بعض سورتوں میں ہر چند آیات کے بعد کوئی آیت مطلع یا مقطع کی حیثیت سے بار بار آتی ہے۔ مثلاً سورۂ نور میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ "وَاَنْزَلْنَا فِیْهَا اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ" (النور:۱) تین مرتبہ وارد ہے۔ تعجب ہے کہ ان سورتوں کے اجزاء کو کیوں کر بے نظم کہا جا سکتا ہے، جبکہ باعتبار ترجیع یہ بالکل متحد معلوم ہوتے ہیں۔

اس باب کا ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر سورہ میں کلام بار بار عمود یا مرکز کی طرف لوٹتا ہے، لیکن مقام کی رعایت سے الفاظ میں ایسی تبدیلی یا کمی بیشی ہو جاتی ہے کہ مبتدی جو قرآن کی ان اداؤں سے ناآشنا ہے، سر رشتہ نظم کو نہیں سنبھال سکتا بلکہ اگر مجھ پر غلو کا الزام نہ لگایا جائے تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ ترجیعات تمام قرآن میں پائی جاتی ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی، لفظی کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ معنوی ترجیعات کے متعلق یہ بات خیال میں رکھنی چاہیئے کہ معرفت نظم کا زیادہ تر دارومدار انہی پر ہے لیکن بغیر ممارست ان کا تتبع مشکل ہے۔ یہاں یہ بات بھی ظاہر کر دینی چاہیئے کہ مجھ کو نظم کا یقین سب سے زیادہ ترجیعات ہی کی رہنمائی سے ہوا۔ جب میں ترجیعات والی سورتوں کی تلاوت کرتا ہوں، ظاہری اقتضاب کے باوجود مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی تیر انداز نے اپنے ترکش کے تمام تیر اپنے سامنے پھیلا دیئے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک مخصوص نشانہ کی طرف ان میں سے ایک تیر اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔

۹۔ قرآن مجید میں قوافی کی رعایت کی گئی ہے۔ اس سے بھی نظم کا ثبوت ملتا ہے۔ جن لوگوں نے کبھی اس پہلو سے قرآن مجید پر غور کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان کی مدد سے نظم کے کن نکتوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یہاں مسئلہ پر تفصیل سے بحث کرنے کا موقع نہیں ہے، البتہ اتنی بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ قرآن مجید کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہونے کے باوجود اس میں قافیہ کی رعایت اقتضاب کے بالکل منافی ہے، کیونکہ قافیہ کا ظاہری اقتضاء ارتباط و تعلق ہے اور کوئی عقلمند انسان ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید جستہ جستہ نازل ہونے کی وجہ سے اس کے اجزاء میں کوئی نظم نہ پیدا ہو سکا لیکن اللہ تعالیٰ یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نغمہ یا سجع کی حفاظت کے خیال سے اس کے قوافی کی رعایت باقی رکھی۔ سجع و قافیہ کلام میں مقصود بالذات چیزیں نہیں ہیں کہ ان کے لیے اس درجہ اہتمام کیا جائے۔ اس لیے اگر قرآن مجید کا جستہ جستہ نازل ہونا فساد نظم کا باعث ہوتا جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے تو اس کا سب سے زیادہ اثر قوافی پر پڑتا، حالانکہ وہ تمام سورتوں میں بالکل محفوظ ہیں۔

(الاصلاح جولائی ۱۹۳۶ء)

حواشی:۔

[۱] فاتحہ تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان، مطبعہ اصلاح، سرائے میر، ۱۳۵۷ھ، ص ۱-۳

[۲] حوالہ مذکور، ص ۵ [۳] تفسیر سورۃ القیامۃ، دائرہ حمیدیہ، ۱۴۰۳ھ ص ۲۶-۲۸